OPEN ACCESS
Al-Idrak
Research Journal
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchjournal.com

حسنِ اخلاق کی سماجی اہمیت اور تقاضے سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Social Importance and Requirements of Good Manners: Analytical study in the light of the Prophet's (PBUH) life

☆ **Dr. Abbas Ali Raz**
Assistant Prof., Dept. of Islamic Studies, Faculty of Social Sciences, Lahore Garrison University, Lahore, Pakistan.

☆☆ **Saba Aorangzaib**
PhD Scholar, Dept. of Islamic Studies, University of Education, Lahore. & Lecturer, Govt Graduate College for Women Baghbanpura, Lahore, Pakistan.

☆☆☆ **Dr. Hafiz Faiz Rasool**
Assistant Prof., Dept. of Arabic & Islamic Studies, University of Mianwali, Mianwali, Pakistan.

Citation:
Raz, Dr. Abbas Ali and Saba Aorangzaib and Dr. Hafiz Faiz Rasool "Social Importance and Requirements of Good Manners: Analytical study in the light of the Prophet's (PBUH) life."Al-Idrāk Research Journal, 3, no.2, Jul-Dec (2023): 57– 77.

ABSTRACT

God has made man the best of creatures. The main reason for this perfection and rise is the good manners that humans are characterized by good manners are what distinguish human beings from other creatures. Along with this, good morals are the source of human survival and his religious and worldly welfare. In the religion of Islam, there is a lot of emphasis on good manners, because the Muslims gained power and ascendancy in the world through good morals and achieved success in their later life as well. Good morals are not only a means of flourishing in this world but also a guarantee of success in the hereafter. Allah Almighty has declared good conduct as a means of obtaining reward and reward. That is, just as other acts of worship are the cause of reward and reward, in the same way, good morals are also the cause of reward and reward. The Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) said that the owner of good morals attains the position of Saim al-Dhar and Qaim al-Lail. Today, it is necessary to practice good morals as well as promote them in the society, so that the Muslim Ummah can regain its lost dignity and honour.

Key Words: Good Manners, Distinguish Human, Success, Society

تعارف

انسانی زندگی میں اخلاق کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ اخلاق "خلق" کی جمع ہے اور خلق انسانی عادت اور طور طریقے کو کہتے ہیں۔ انسان کی انفرادی و اجتماعی حیات کا استحکام اور کسی بھی معاشرہ کی بقا اس کے افراد کی عادات و اطوار پر منحصر ہوتی ہے۔ اچھے اور پاکیزہ اوصاف حُسنِ اخلاق کہلاتے ہیں جو کسی بھی معاشرہ کو دیرپا استحکام بخشتے ہیں۔ اس کے برعکس بُری عادات و اطوار جو کہ اخلاقِ سیئہ کہلاتی ہیں معاشرے اور فردِ واحد کے زوال اور انہدام کا سبب بنتی ہیں۔ تاریخِ انسانی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جن افراد و اقوام نے اپنے آپ کو اعلیٰ اوصاف و کمالات سے متصف کیا عروج اور عزت اُن کا مقدر ٹھہری اور دنیا کی زمامِ اقتدار اُن کے ہاتھ میں آگئی۔ جن افراد و اقوام نے حُسنِ اخلاق سے ناطہ توڑا وہ ذلت و شکست سے دوچار ہوئے۔ اور تاریخ اقوامِ عالم میں نشانِ عبرت بن کر رہ گئے۔ اسی لیے کسی بھی فرد یا معاشرہ کی فلاح اور بقا کا راز حُسنِ اخلاق میں مضمر ہے۔ حُسنِ اخلاق تمام ادیان کا مشترکہ باب ہے۔ ہر مذہب اور دین میں حُسنِ اخلاق کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ دیگر ادیان کی طرح دینِ اسلام میں بھی حُسنِ اخلاق کے متعلق احکام اور فرامینِ خداوندی موجود ہیں۔ اسلام حُسنِ اخلاق کو نہ صرف دنیا میں کامیابی کا ذریعہ بتلاتا ہے بلکہ اسے آخرت کے حصولِ ثواب کا ذریعہ بھی قرار دیتا ہے۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیات اور نبی کریم ﷺ کی بہت ساری احادیث حُسنِ اخلاق کی اہمیت اور فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ اچھے اخلاق اور عادات و اطوار والے لوگ تو اللہ کے دوست اور اس کے عبد خاص ہوتے ہیں۔ ان کی اچھی عادات کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

[[وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝]][1]

"اور وہ لوگ جو جھوٹی شہادت بالکل نہیں دیتے اور جب کہیں لغو اور بے ہودہ کام ہو رہا ہو تو وہ نہایت وقار اور سنجیدگی کے ساتھ وہاں سے گزر جاتے ہیں۔"

یہ آیتِ مبارکہ اس بات کو صراحت کے ساتھ بیان کر رہی ہے کہ اہلِ ایمان ہمیشہ رذائل سے اور بے ہودہ کاموں سے بچ کے چلتے ہیں۔ بُری عادات و اطوار سے اہلِ ایمان ہمیشہ کوسوں دور رہتے ہیں۔ بلکہ جہاں کہیں لہو و لعب اور بے ہودگی کا گمان بھی ہو تو وہ ایسے مقام سے کنارہ کشی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اچھے اخلاق کسی بھی فرد یا قوم

---

1 الفرقان ۲۵:۷۲۔

Āl-frqān 25: -72

کی خوشحالی اور ترقی کے ضامن ہیں۔ خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ جو بھی اچھے اخلاق اپنائے گا عروج پالے گا۔ آج اگر ہم اپنی بدحالی اور زوال کے اسباب پر غور کریں تو یہ حقیقت عیاں ہو گی کہ اس بدحالی اور پستی کا سبب ہماری بُری عادات اور اطوار ہیں۔ زمانے بھر کی علتیں اور خرابیاں ہمارا قومی و معاشرتی شعار بن چکی ہیں۔ وہ اخلاقِ حسنہ اور اعلیٰ اوصاف جو کبھی مسلمانوں کا طرۂ امتیاز ہوا کرتے تھے آج ہمارے اندر سے ناپید ہو چکے ہیں۔ ہماری بداخلاقی و بداعمالیوں نے ہمیں کھوکھلا کر دیا ہوا ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں پھر سے وہ تمام اوصاف و کمالات اپنانے ہوں گے جو کبھی ہمارے بزرگوں کا شعار تھے تاکہ پستی اور ذلت کے اس سفر کا اختتام کر کے ہم پھر سے زمانے میں عروج اور بلندی حاصل کر سکیں۔

اخلاق کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ

اخلاق "خلق" سے ہے۔ اگر خلق "خ" کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے پیدا کرنا جیسا کہ خلق الحساسبة یعنی نزاکت پیدا کرنا۔ "خ" پر ضمہ ہو تو اس کا معنیٰ ہے عادات و اطوار۔ جیسا کہ "القاموس الجدید" میں خُلق ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ عادت ہے اس کے ساتھ ساتھ فطرت، طبعی، پیدائشی، فطری یہ بھی خلق ہی کے معانی و مطالب ہیں۔[1]

اخلاق کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ وہ عادات و اطوار جو کسی فرد یا قوم کی فطرت اور طبیعت میں رچ بس جائیں اور اُس فرد یا قوم کی پہچان بن جائیں اخلاق کہلاتی ہیں۔ جیسا کہ عبد الرحمٰن بن حسن اخلاق کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الخلق صفة مستقرة في النفس. فطريةٌ او مكتسبة. ذات آثار في السلوك محمودة او مذمومة."[2]

یعنی خلق وہ مستقل صفت ہے جو انسانی نفس میں رچی بسی ہوتی ہے۔ یہ پیدائشی بھی ہو سکتی ہے یا کسبی بھی ہو سکتی ہے۔ اور اس صفت کے مثبت اثرات بھی ہو سکتے ہیں اور منفی بھی۔ یعنی اخلاق سے مراد وہ

---

1 وحید الزمان قاسمی، **القاموس الجدید**، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۰ء، ۲۵۵۔

wḥyd ālzmān qāsmy, *ālqāmws ālğdyd*, lāhwr: ādārh āslāmyāt,1990 ,-255

2 عبدالرحمٰن بن حسن، **الاخلاق الاسلاميه و أسسها**، دمشق: دارالقلم، ۱۹۹۹ء، ۱۰۔

ʿAbdālrḥmn bn ḥsn, *ālāẖlāq ālāslāmyh w āsshā*, dmšq: dārālqlm,1999 ,-10

عادات وخصائل ہیں جو کسی بھی طبیعت کا خاصہ بن جائیں۔ وہ عادات پیدائشی بھی ہو سکتی ہیں یا پھر کسی عادت پر دوام اختیار کر کے اسے اپنی فطرت کا حصہ بنایا جا سکتا ہے جسے فطرتِ ثانیہ بھی کہا جاتا ہے۔
احمد امین اخلاق کی تعریف کرتے بھی لکھتے ہیں:

"هو علم: يوضح معني الخير و الشر، و يبين ما ينبغي أن تكون عليه معاملة الناس بعضهم بعضا، ويشرح الغاية التي ينبغي أن يقصد إليها الناس في أعمالهم و يسير السبيل لما ينبغي." [1]

احمد امین کے مطابق یہ وہ علم ہے جو خیر اور شر کی وضاحت کرنے والا علم ہے۔ یہ علم بتلاتا ہے کہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تعامل کیسے کرنا چاہیے۔ اور آپس میں برتاؤ کیسا ہو۔ اور اس بات کی تشریح کرتا ہے کہ لوگوں کو اپنے اعمال میں کس مقصد کو اپنا ہدف بنانا چاہیے۔ اور نیک ہدف کے حصول کے لیے راستوں کی وضاحت اور راستوں کو روشن کرتا ہے

مذکورہ بالا تعریفات کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اخلاق وہ منہج ہے یا وہ روش ہے جس پر چل کر انسان اپنے نفس کو سنوارتا ہے۔ اخلاق اُن اُصول و ضوابط کو منضبط کرتا ہے جن کے ذریعے سے انسان دوسروں سے تعامل کرتا ہے۔ اخلاق وہ روشنی ہے جس سے انسان اپنے کردار کو مزین کرتا ہے۔ اخلاق وہ خوشبو ہے جس سے اپنے ظاہر و باطن کو معطر کرتا ہے۔ اخلاق وہ علم ہے جس کے ذریعے سے انسان اپنے کردار کو اعلیٰ اوصاف سے متصف کر کے فلاح وبقا پالیتا ہے۔ اسی طرح افراد کے ساتھ ساتھ اقوام بھی اعلیٰ اوصاف سے متصف ہو کر زمانے میں عروج حاصل کر لیتی ہیں۔

اخلاق کی اہمیت وضرورت

ہر مذہب میں کسی نہ کسی درجہ میں اخلاق کی اہمیت و ضرورت کو بیان کیا گیا ہے۔ دیگر مذاہب کی طرح اخلاق دینِ اسلام کا بھی حصہ ہے مگر اسلام کی وجہ امتیاز یہ ہے کہ اسلام میں اخلاق کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ شارعِ اسلام حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو میں تو اعلیٰ ترین اخلاق کی تکمیل و کمال کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔

---

[1] احمد امین، **کتاب الاخلاق**، قاہرہ: دارالکتب المصریہ، ۱۹۲۵ء، ۸۔
āḥmd āmyn, *ktāb ālāẖlāq*, qāhrh: dārālktb ālmṣryh,1925 ,-8

جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق.))[1]

"میں تو صرف اتمامِ مکارمِ اخلاق کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔"

دینِ اسلام میں اخلاق کی حیثیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ عبادات کا معاملہ اللہ پاک نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ مگر اخلاق کا معاملہ اور بُرے اخلاق کا مظاہرہ کرنے پر معافی کا معاملہ متاثرہ شخص کے ہاتھ میں دے دیا۔ نیز اچھا اخلاق نہ صرف دُنیاوی زندگی میں فلاح کا ذریعہ ہے بلکہ حصولِ ثواب اور آخرت میں کامیابی کا موجب بھی ہے۔ یعنی اخلاق بھی دیگر عبادات و نیکیوں کی طرح حصولِ ثواب و رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ اخلاق ہی وہ ذریعہ ہے جس سے معاشرے میں امن وسکون قائم رہ سکتا ہے۔ اور وہ انسانی معاشرت جس کا تقاضا اسلام کرتا ہے اس کی تکمیل بھی اچھے اخلاق ہی کی مرہونِ منت ہے۔ اسلام میں اخلاق کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے ایک ارشادِ مبارکہ سے عیاں ہو رہی ہے:

((إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ.))[2]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ بے شک ایک مؤمن اپنے اچھے اخلاق کے سبب روزہ دار اور قائم اللیل عبادت گزار کے مقام کو پہنچ جاتا ہے۔"

حُسنِ اخلاق کی یہ خوبی ہے کہ وہ اپنے مالک کو خدائے تعالیٰ کا مقرب کر دیتا ہے۔ اور جنت کا مستحق بناتا ہے اور اُس شخص کے درجۂ کمال تک اس کو پہنچا دیتا ہے جو دن کو روزہ اور راتوں کو قیام کرنے والا ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں عمل نہایت مشکل ہیں کہ دن کو روزہ رکھنا اور رات بھر شب بیداری کرتے ہوئے نوافل پڑھنا۔ مگر حُسنِ اخلاق کا مالک اس سخت مشقت کے بعد حاصل ہونے والے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ حُسنِ اخلاق کے بغیر انسانی معاشرے کا

---

1 أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، **سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها**، المكتبة المعارف، ١٤١٥ھ/١٩٩٥م،١: ١١٢، رقم: رقم: ٤٥.

ābw ʿbd ālrḥmn mḥmd nāṣr āldyn, *sslẗ ālāḥādyṯ ālṣḥyḥẗ wšyʾmn fqhhā wfwāydhā*, āl-mktbẗ ālmʿārf1415 ،h/1995m,1 : 112, rqm: rqm: 45.

2 أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني، **سنن أبي داود**، بيروت: المكتبة العصرية، صيدا، بدون تاريخ، كتاب الأدب، باب في حسن الخلق، ٤: ٢٥٢، رقم: ٤٧٩٨.

ābw dāwd slymān bn ālāšʿṯ bn āsḥāq bn bšyr bn šdād bn ʿmrw ālāzdy ālsǧstāny, *snn āby dāwd*, byrwt: ālmktbẗ ālʿṣryẗ, ṣydā, bdwn tāryḫ, ktāb ālādb, bāb fy ḥsn ālḫlq,4 : ،252rqm: 4798.

وجود ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ اخلاقی قدروں کی پامالی کی صورت میں کسی کی جان ومال اور عزت محفوظ نہیں رہے گی۔ اور معاشرے میں ایسا بگاڑ آئے گا کہ خود وجودِ انسانی کی بقا کو خطرات لاحق ہو جائیں گے۔ اسی لیے دینِ اسلام میں اخلاق کو نہ صرف بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے بلکہ حُسنِ اخلاق کو اختیار کرنے کے معاملے میں نہایت شد و مد کے ساتھ زور دیا گیا ہے کہ حُسنِ اخلاق عبادات کی روح ہیں۔ مگر انسان حُسنِ اخلاق سے خالی ہے تو ایسے شخص کی عبادات گویا بغیر روح کے جسم کی مانند ہیں۔

حُسنِ اخلاق کی غرض وغایت

ہر عمل کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ مقصد سے خالی عمل اور کام گویا فضول اور عبث خیال کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح حُسنِ اخلاق کا بھی مقصد ہے۔ اور اس کی غرض وغایت ہے۔ اگر اس کا مقصد یا غرض وغایت نہ ہوتی تو یہ بھی خدانخواستہ عبث اور بے کار تصور کیا جاتا۔ اگر حُسنِ اخلاق کی مقصدیت اور غرض وغایت پر غور کیا جائے تو یہ بات عیاں ہو گی کہ حُسنِ اخلاق کی غرض وغایت اور اس کا مقصد سعادتِ حقیقی کا حاصل کرنا ہے اور مثلِ اعلیٰ تک رسائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو تمام مخلوقات سے افضل قرار دیتے ہوئے بہت سے کمالات سے متصف فرمایا۔ افضل المخلوقات ہونے کے سبب اور اللہ نے جو شکل وصورت اور کمالات سے متصف فرمایا ہے یہ بات تقاضا کرتی ہے کہ انسان میں وہ کمال بھی موجود ہو جس سے دیگر مخلوقاتِ الٰہی محروم ہیں اسی کا نام سعادتِ حقیقی ہے۔ جو شان اور رفعت انسان کے حصے میں آئی ہے وہ کسی اور مخلوق کے حصے میں نہیں آئی ہے۔ تو جس خالق نے انسان کو اس قدر عزت واحترام بخشا، کیا یہ اس بات کا متقاضی نہیں کہ انسان بھی اپنے رب کی رضا اور خوشنودی کا طالب بن جائے۔ قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہ ﷺ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حُسنِ اخلاق بھی رضائے الٰہی اور تکمیلِ ایمان کا ذریعہ ہیں۔ سو اخلاق کی غرض وغایت اور اس کا مقصد رضائے الٰہی اور سعادتِ حقیقی کا حصول ہے۔

اخلاق کی اقسام

لفظ اخلاق کا اطلاق مطلقاً عادات واطوار اور فطرتِ انسانی کے تحت وجود میں آنے والے اعمال پر ہوتا ہے۔ اب وہ عادات واطوار اچھی بھی ہو سکتی ہیں اور بُری وقبیح بھی ہو سکتی ہیں۔ انھیں عادات واطوار کے اچھا یا بُرا ہونے کی بنیاد پر اخلاق کی دو اقسام ہیں پہلی اخلاقِ محمودہ یعنی ایسے اخلاق جو اچھے ہوں۔ اور اخلاقِ رذیلہ یعنی وہ اخلاق جو بُری عادات واطوار پر مشتمل ہوں۔ اخلاقِ حمیدہ اللہ اور اس کے رسول نبیِ کریم ﷺ کی شفقت ومحبت اور رحمت کا ذریعے ہوتے ہیں۔ اور بُرے اخلاق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضی کا سبب ہوتے ہیں۔ لہٰذا قرآن وحدیث

میں جن اخلاق کا تقاضا کیا گیا ہے اس سے مراد یہی اخلاقِ حمیدہ ہی ہیں یعنی اچھے اخلاق۔ اور قرآن و سنت میں جن اخلاق کی ممانعت آئی ہے ان سے مراد اخلاقِ رذیلہ ہیں۔ جو خدا اور رسول ﷺ کی ناراضی اور رحمتِ الٰہی سے محرومی کا سبب ہوتے ہیں۔

اخلاق کا مآخذ

جب ہم کسی عمل یا کام کو دیکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں یہ کام ٹھیک ہے یا درست ہے۔ یا پھر اس کا کام یا عمل کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ تو ہر عمل کے متعلق یہ حکم اخلاق کے اعتبار سے لگاتے ہیں کہ یہ اچھا عمل حُسنِ اخلاق میں سے ہے اور یہ بُرا عمل اخلاقِ رذیلہ میں سے ہے۔ ہر مذہب یا پھر ہر سوسائٹی اور معاشرے کا معیار اخلاق جدا جدا ہے۔ ہوسکتا ہے ایک بات جو کسی معاشرہ کے نزدیک قابلِ مذمت و گرفت ہو وہ ہی بات یا عمل دوسرے معاشرے کے لوگوں کے نزدیک قابلِ مذمت نہ ہو۔ جو عمل ایک قوم یا قبیلہ کے ہاں مروج ہو، ہوسکتا ہے دوسری قوم یا قبیلہ اُسے یکسر مسترد کرتا ہو۔ ایسی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ آج کے مشرقی اور مغربی معاشروں میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اخلاق کا مآخذ ایسا ہو جو نہ صرف یہ کہ مستند ہو بلکہ فطرتِ انسانی کے ہم آہنگ ہو۔ اور بقائے انسانی کے تحفظ کا ضامن بھی ہو تو ایسا مآخذ صرف اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہی ہے۔ جو فطرتِ انسانی کے ہم آہنگ ایسے اخلاق ہمارے لیے متعین کرے جو فلاحِ انسانی کے ساتھ ساتھ بقائے انسانی کے ضامن بھی ہوں۔ کیونکہ اللہ تو انسان کی فلاح اور اُس کی بقا چاہتا ہے۔ سو اس لیے اللہ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی شریعت و احکامات کے علاوہ اخلاق کا کوئی اور مآخذ قابلِ قبول نہیں۔

حُسنِ اخلاق قرآن مجید کی نظر میں

قرآن جو کہ ساری انسانیت کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے کیونکہ قرآن صرف مسلمانوں سے ہی خطاب نہیں کرتا بلکہ یہ پوری انسانیت کو مخاطب کرتا ہے۔ اسی لیے آپ کو قرآنِ مجید میں یَاَیُّھَاالنَّاسُ یعنی اے لوگو کے خطاب کے ساتھ قرآن پوری انسانیت کو مخاطب کرتا ہوا مل جائے گا۔ قرآنِ مجید کی تعلیمات صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں ہیں، بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لیے ہیں کیونکہ قرآن وہ عظیم الشان کتاب ہے جسے بارگاہِ ایزدی سے حفاظت کی سند حاصل ہے اور اس میں تمام انسانیت کی رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ قرآنِ مجید ہر گوشۂ حیات کے متعلق ابن آدم کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسی طرح حُسنِ اخلاق کے معاملے میں بھی قرآن کا دامن نہایت وسیع و عریض ہے۔ اور ابن آدم کو حُسنِ اخلاق و رذائلِ اخلاق کے متعلق نہایت شرح و بسط کے ساتھ رہنمائی کرتا ہے۔ قرآنِ مجید

اپنے بے مثال اُسلوب کے ذریعے سے نہ صرف اخلاقِ حمیدہ بیان کرتا ہے بلکہ جو ایسے اخلاق کے مالک ہوتے ہیں ان کی فضیلت اور اللہ کی نظر میں ان کے مقام و مرتبہ کا بھی بیان فرماتا ہے۔ یعنی ایک ہی جملہ میں بہت ساری دیگر حقیقتوں اور معارف سے بھی روشناس کروا دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید اللہ کے برگزیدہ بندوں کی صفات بیان فرماتے ہوئے گویا یہ اعلان کر رہا ہے کہ اے لوگو یہی وہ صفات ہیں جو اخلاقِ محمودہ ہیں۔ اور ان کے حاملین اللہ کے برگزیدہ اور محبوب بندے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

[[وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝]][1]

"اور رحمان کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر چلتے ہیں تو آہنگی و نرمی کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور جہلاء ان سے بحث کریں تو وہ کہتے ہیں کہ سلام ہو۔"

آیتِ مذکورہ میں اللہ پاک نے جن بندوں اوصاف یعنی اعلیٰ اخلاق بیان کیے ان کی نسبت اپنی طرف کر کے گویا یہ اعلان بھی فرما دیا کہ اعلیٰ اخلاق کے حامل ہی وہ لوگ ہیں جو اصل عبد کے مقام پر فائز ہیں اور اُن کی خوبی یہ ہے کہ جب وہ زمین پر چلتے ہیں تو آہستگی اور وقار سے چلتے ہیں۔ اسی طرح جب اُن سے کوئی جاہل بحث کرے تو وہ اس سے الجھنے اور بحث کرنے کی بجائے اُسے سلام کر کے چلتے بنتے ہیں۔ یعنی اس جاہل سے بحث و مباحثہ اور لایعنی و فضول گفتگو سے احتراز برتتے ہیں۔ اگر بنظرِ غائر اس آیت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس آیت میں اللہ پاک اپنے بندوں کو زمین پر نرمی و آہستگی اور وقار سے چلنے کا حکم اور ترغیب دے رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح فرما رہا ہے کہ جاہلین سے بحث اور اُن کے ساتھ نہ الجھنے کا حکم دے رہا ہے کہ اگر کوئی تمھارے ساتھ جاہلانہ بات کرے تو باوجود اس بات کے کہ تم اسے جواب دینے پر قدرت رکھتے ہو پھر بھی اسے جواب نہ دو۔ اور بحث سے پرہیز کرو۔ اسی طرح ایک اور آیتِ کریمہ میں حُسنِ اخلاق کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[[وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝]][2]

"اور وہ لوگ جو جھوٹی شہادت بالکل نہیں دیتے اور جب کہیں لغو اور بے ہودہ کام ہو رہا ہو تو وہ نہایت وقار اور سنجیدگی کے ساتھ وہاں سے گزر جاتے ہیں۔"

---

[1] الفرقان ۲۵:۶۳۔

Āl-frqān25: -43

[2] الفرقان ۲۵:۷۲۔

Āl-frqān25: -72

اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان اور مقربینِ خداوندی کے اخلاق کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ کے یہ خاص بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ یعنی جھوٹی شہادت سے اجتناب برتتے ہیں۔ اور جب کوئی بے ہودہ یا لغو و فضول بات کو دیکھتے ہیں تو اپنی عزت کی حفاظت کرتے ہوئے وقار اور متانت کے ساتھ وہاں سے گزر جاتے ہیں نہ کہ ایسی لغو و فضول بات کا حصہ بن جاتے۔ اہلِ ایمان کی ان خصوصیات کا تذکرہ ہم پر دو باتوں کو عیاں کر رہا ہے کہ ایسی خوبیوں کے مالک اللہ کے خاص اور مقرب بندے بن جاتے ہیں اور دوسرا یہ کہ ہمیں بھی یہ بتایا گیا کہ ایسی باتوں سے اجتناب برتو اور جو باتیں بے ہودہ اور لغو ہیں اُن سے کنارہ کشی اختیار کرو تاکہ تمھاری عزت و آبرو محفوظ رہ سکے۔ قرآنِ کریم کی بے شمار آیات حُسنِ اخلاق کو بیان کرتی ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہمیں قرآنِ مجید سے حُسنِ اخلاق میں رہنمائی لینی چاہیے تاکہ اعلیٰ ترین اخلاق کو اپنایا جاسکے۔

حُسنِ اخلاق احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

اللہ پاک نے نبی کریم ﷺ کو ہمارے لیے کامل ترین نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر ہر لمحہ ہمارے لیے روشن مینارہ ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ہر فرمانِ اقدس تمام مسلمانوں کے لیے حرزِ جان ہے۔ آپ ﷺ کی ہر ہر بات ہمارے لیے لائقِ اتباع اور آپ ﷺ کا ہر ہر عمل ہمارے لیے قابلِ تقلید ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے فرامین و ارشادات کے ذریعہ سے حُسنِ اخلاق کی وضاحت فرمائی ہے اور نہ صرف حُسنِ اخلاق کو بیان کیا ہے بلکہ حُسنِ اخلاق کے مالک کو بھی بے شمار دینی و دنیاوی سعادتوں کا حقدار قرار دیا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے اخلاق اچھے ہوں وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا.))[1]

"بے شک تم احباب میں سے سب سے زیادہ مجھے وہ پیارا ہے جو اچھے اخلاق کا حامل ہے۔"

ایسا شخص جو حُسنِ اخلاق سے مزین ہو اُسے نبی کریم ﷺ نے اپنی پسندیدگی کی سند عطا فرما کر گویا اعلان کر دیا کہ قیامت تک کے لوگوں کے لیے کہ اگر کوئی شخص میری محبت اور اُلفت کا خواہاں ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ اچھے

---

[1] محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، **صحيح البخاري**، بيروت: دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ، كتاب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب عبدالله بن مسعود رضي الله عنه، ۵: ۲۸، رقم: ۳۷۵۹.
mḥmd bn āsmāʿyl ābw ʿbdāllh ālbẖāry ālǧʿfy, *ṣḥyḥ ālbẖāry*, byrwt: dār ṭwq ālnǧāẗ, 1422h, ktāb āṣḥāb ālnby ṣly āllh ʿlyh wslm, bāb mnāqb ʿbdāllh bn msʿwd rḍy āllh ʿnh,5 : 28, rqm: 3759.

اخلاق اپنالے۔ تو میں محمد (ﷺ) اسے اپنی پسندیدگی کی سند عطا کردوں گا۔ گویا کہ اچھے اخلاق کا حامل ہونا نبی کریم ﷺ کی قربت و پسندیدگی کی دلیل ہے، اسی طرح ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا ہے کہ:

((قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا خَيْرُ مَا أُعْطِيَ الْإِنْسَانُ؟ قَالَ: خُلُقٌ حُسْنٌ.))[1]

"نبی رحمت ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ یہ بتلایئے کہ انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس میں سے سب سے بہتر کیا ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھے اخلاق وہ عظیم ترین عطیہ ہے کہ جو کچھ بھی انسان کو عطا ہوا ہے یہ اس میں سے سب سے بہترین ہے۔"

یعنی ہزاروں نعمتیں کہ جن کا ذکر بھی انسانی بساط سے باہر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ ایسے فرامین موجود ہیں کہ اللہ پاک کی نعمتیں انسانی شمار سے باہر ہیں۔ تو اتنی زیادہ نعمتوں میں سے اگر کسی نعمت کو سب سے بہتر قرار دیا ہے تو وہ اچھے اخلاق ہیں۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا کہ لوگوں میں سے سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ یعنی تمھارے درمیان وجۂ امتیاز حُسنِ اخلاق ہیں کہ جن کے اخلاق اچھے ہیں وہ تم میں سے بہترین لوگ ہیں۔ بلکہ ایمان کی تکمیل اور کمال کو بھی حُسنِ اخلاق پر موقوف فرمادیا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ ہے:

((إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا.))[2]

"مومنوں میں کامل و اکمل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔"

یعنی اچھے اخلاق ایمان اور تقربِ خداوندی کا ذریعہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی گویا یہ اعلان کر رہا ہے کہ ایمان کی کاملیت کے لیے حُسنِ اخلاق کا ہونا لازم و ملزوم ہے۔ جس کے اخلاق اچھے نہیں ہیں اس کا ایمان مکمل نہیں ہے اور جس کے اخلاق اچھے ہیں گویا اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔

---

1 أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي، **شعب الإيمان**، الرياض: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع، ١٤٢٣ھ/٢٠٠٣م، ٣:١٠٧، رقم: ١٤٣٥.

āḥmd bn ālḥsyn bn ʿly bn mwsy ālḫsrwǧrdy ālḫrāsāny, ābw bkr ālbyhqy, *šʿb ālāymān*, ālryāḍ: mktbẗ ālršd llnšr wāltwzyʿ,1423 h/2003m,3 : 107, rqm: 1435.

2 محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، **الترمذي**، الجامع الكبير - سنن الترمذي، أبواب الإيمان، باب ما جاء في استكمال الإيمان و زيادته و نقصانه، ٤:٣٠٥، رقم: ٢٦١٢.

mḥmd bn ʿysy bn swrẗ bn mwsy bn ālḍḥāk, *āltrmḏy*, ālǧāmʿ ālkbyr-snn āltrmḏy, ābwāb ālāymān, bāb mā ǧāʾ fy āstkmāl ālāymān w zyādth w nqṣānh,4 : 305, rqm: 2412.

اخلاقِ نبوی ﷺ اور ہمارا معاشرہ

نبی کریم ﷺ نے حُسنِ اخلاق کو ہمارے لیے مشعلِ راہ قرار دیا۔ اور کیوں نہ قرار دیتے کہ تمام عمر اس طرح اخلاقِ حسنہ پر عمل پیرا ہوئے کہ آسماں کو بھی رشک آ گیا اور خود خدائے بزرگ و برتر نے بھی قرآنِ مجید میں آپ ﷺ کے اعلیٰ ترین اخلاق کو یگانہ و جداگانہ انداز میں بیان فرمایا کہ اے میرے محبوب تمھارا اخلق تونہایت اعلیٰ و ارفع ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

[[وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝]][1]

"بے شک اے محبوب تمھارا اخلاق سب سے عظیم تر ہے۔"

آپ ﷺ نے ساری زندگی اخلاق کے اعلیٰ ترین معیار کو اپنائے رکھا یہاں تک کہ جو آپ ﷺ کے جانی دشمن تھے وہ بھی آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کے معترف تھے۔ اور باوجودیکہ سخت دشمنی و مخالفت تھی مگر پھر بھی آپ ﷺ کے پاس اپنی امانتیں رکھوا کر جاتے تھے گویا یہ بزبانِ عمل اعلان کرتے تھے کہ محمد ﷺ اخلاقِ کریمانہ کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہیں، اور صرف یہی نہیں بلکہ جب آپ ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے تم پر ایک عظیم لشکر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا یقین کر لوگے تو انھوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہاں ہم یقین کر لیں گے کیونکہ آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور آپ ﷺ صادق و امین ہیں۔ اخلاق کا وہ اعلیٰ ترین معیار کہ اپنے تو اپنے رہے اغیار بھی آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کے اس اعلیٰ ترین منصب کے قائل تھے۔ نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مسروق نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نہ تو بدزبانی کرتے تھے اور نہ ہی بدکلامی کرنے والے تھے۔ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ:

((لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلاَ مُتَفَحِّشًا.))[2]

---

[1] القلم ۶۸:۴۔

Āl-qlm48: -4

[2] محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، **صحيح البخاري**، كتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء، وما يكره من البخل، ۸:۱۳، رقم:۶۰۳۵.

mḥmd bn āsmāʿyl ābw ʿbdāllh ālbẖāry ālǧʿfy, *ṣḥyḥ ālbẖāry*, ktāb ālādb, bāb ḥsn ālẖlq wālsẖāʾ, wmā ykrh mn ālbẖl,8 : 13, rqm: 4035.

"حضرت مسروق روایت فرماتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن عمرو کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ہمارے ساتھ باتیں کر رہے تھے کہ دورانِ گفتگو بیان فرمایا کہ رسول کریم ﷺ نہ تو بدگو تھے یعنی بُرا بولنے والے نہ تھے اور نہ ہی فحش گوئی کو پسند فرماتے تھے۔ بلکہ اس سے کوسوں دور رہتے تھے۔"

نبی کریم ﷺ اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔ آپ ﷺ نرم گفتار و شیریں لسان تھے۔ فحش گوئی و بدکلامی تو گویا آپ ﷺ کو کبھی چھو کر بھی نہ گزری تھی۔ اسی طرح کبھی تلخ لہجہ نہ بھی اپنایا تھا۔ حالانکہ تنگ کرنے والوں نے کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی۔ مگر اس سب کے باوجود آپ ﷺ کا لہجہ نرم اور محبت بھرا ہوتا تھا۔ لیکن دیکھیے پہلے بات تو یہ ہے کہ ہمارے لہجوں میں وہ نرمی کہاں جو ایک مسلمان کا خاصہ ہوتی ہے اور اگر نرمی وخوش گفتاری پیدا کر بھی لی جائے تو ذرا سا ہمارے مزاج کے خلاف بات ہوئی نہیں اور ہم اخلاقیات کو بھول کر پھر وہی بدکلامی و بدزبانی کے مرتکب ہونے لگتے ہیں۔ لیکن نبی کریم ﷺ پر کتنے ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ طرح طرح کی اذیتوں سے آپ ﷺ کو ایذا دی گئی۔ مگر مجال ہے کہ کبھی آپ ﷺ نے اخلاق کا دامن چھوڑا ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص نرم دل ہے مگر جیسے ہی لڑائی یا کہیں جھگڑے وغیرہ یا جنگ کی نوبت آجائے تو وہی شخص جو عام زندگی میں نرم دل اور اُصول و ضوابط کی پاسداری کرنے والا ہوتا ہے عین میدانِ جنگ میں وہ ہر قسم کے اُصول و ضوابط اور اخلاقیات کو پست پشت ڈال دیتا ہے۔ گویا کہ ہمارے ہاں مروجہ ایک جملہ یعنی محبت اور جنگ میں سب جائز ہے اس کی عملی تفسیر بن جاتا ہے۔ اب یہ جملہ من حیث القوم ہماری اجتماعی اخلاقی کیفیت کی عکاسی کر رہا ہے۔ یعنی محبت اور جنگ میں ہر کام چاہے جائز ہو یا ناجائز وہ روا ہے۔ حالانکہ اسلامی اخلاقیات تو جنگ کی حالت میں بھی مسلمان کو پابند بناتی ہیں کہ وہ اپنے مخالفین کے ساتھ غیر انسانی سلوک سے باز رہے گا۔ اور خود نبی کریم ﷺ نے ان اخلاقی تعلیمات پر نہ صرف عمل کر کے دکھایا بلکہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا پابند بنایا۔ عجیب بات یہ ہے کہ حالتِ امن ہو یا جنگ کا میدانِ نبی کریم ﷺ کے اخلاق پر کوئی خارجی چیز اثر انداز نہ ہوتی تھی۔ عین میدانِ جنگ میں بھی آپ ﷺ اسی اخلاقِ کریمہ کا مظاہرہ کرنے والے تھے جیسا کہ حالتِ امن میں اپنے اصحاب کے درمیان حُسنِ اخلاق کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنی ذات کے لیے کسی شخص سے بدلہ یا انتقام نہیں لیا۔ ہمیشہ دوسروں کو معاف فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ خیبر کے موقع پر ایک بدذات یہودی عورت نے آپ ﷺ کو کھانے میں زہر ملا کر دے دیا مگر آپ ﷺ نے اُسے بھی معاف فرما دیا۔ اور اُس سے بدلہ نہ لیا۔ اسی طرح ایک اور یہودی نے آپ ﷺ پر اپنی دانست میں جادو کیا مگر آپ ﷺ نے اُسے بھی معاف فرما دیا۔ یعنی کبھی اپنی ذات کی وجہ سے کسی شخص سے انتقام نہ لیا۔ آپ ﷺ کا کلام اور لہجہ اتنا فصیح ہوتا تھا کہ ہر شخص آپ ﷺ کی بات کا مدعا سمجھ لیتا تھا۔ آپ ﷺ رقیق القلب

اور شفقت فرمانے والے تھے۔ آپ ﷺ عاجزی اور انکساری کو بہت زیادہ پسند فرمانے والے تھے۔ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے:

((كان يحب التواضع وكان يذم الفخر ولعجب، وكان يحذر من عاقبه البغي.))

"حضور ﷺ تواضع اور انکساری کو محبوب فرماتے تھے اور تفاخر وبڑائی کو ناپسند فرماتے تھے اور سب سے زیادہ مذمت فرمانے والے تھے۔ اسی طرح تکبر اور کبریائی پر تعجب فرمانے والے تھے اور زیادتی کرنے والے لوگوں کو سب سے زیادہ عاقبت یعنی آخرت میں عذاب سے بچانے کے متعلق حساس اور فکر کرنے والے تھے۔"

تواضع اور انکساری کو نبی کریم ﷺ بہت پسند فرماتے تھے۔ اور نہ صرف پسند فرماتے تھے بلکہ خود بھی منکسر المزاج اور تواضع کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ کبر اور تفاخر سے کوسوں دور تھے اور متکبر لوگوں کو ناپسند فرماتے تھے۔ اسی طرح غلاموں اور لونڈیوں پر شفقت فرماتے تھے۔ معاشرے کے پسے ہوئے اور غریب طبقہ کے لیے آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی تپتے ہوئے صحرا میں گویا بادِ صبا کے ٹھنڈے جھونکے کی مانند تھی۔ معاشرے کے استحصال شدہ لوگ آپ ﷺ کو آکر اپنے دُکھ اور مصائب سنایا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ ممکنہ حد تک اُن کی دل جوئی فرماتے اور جس قدر ممکن ہوتا اُن کی حاجت روائی بھی فرماتے تھے۔ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ:

((كان يعطف على الأمة ويمشي معها.))

"اگر کوئی باندی یا غلام یا بوڑھا شخص آجاتا تو نبی کریم ﷺ اس کی حاجت روائی کے لیے خود اس کے ساتھ پیدل چل پڑتے تھے۔"

یعنی اس قدر شفقت اور محبت اور حاجت روائی کہ جو بھی آپ ﷺ سے حاجت طلب کرتا آپ ﷺ خود اس کی حاجت روائی کے لیے اس کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ نبی کریم ﷺ کا ایک خاصہ یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ چھوٹے بچوں پر بہت زیادہ شفقت اور ان کے ساتھ محبت فرماتے تھے۔ بچے بھی نبی کریم ﷺ سے بہت زیادہ مانوس تھے۔ جیسا کہ "صحیح البخاری" میں اس کے متعلق آتا ہے کہ:

((كان أرحم الناس بالصغار وكان يمسح بيده الشريفة على خر الصبي.))

نبی رحمت ﷺ لوگوں میں سے سب سے زیادہ بچوں پر شفقت فرمانے والے تھے اور جو بچہ بھی بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں آتا تو نبی رحمت ﷺ اس کے گالوں پر اپنا دستِ کرم رکھ کر یعنی گالوں کو تھپتھپا کر اس کے ساتھ اپنی محبت اور شفقت کا اظہار فرماتے تھے۔

بلکہ ایک صحابی کے بارے میں یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے گالوں پر کسی کو ہاتھ نہ لگانے دیتے تھے۔ وجہ پوچھنے پر بتایا کہ ان گالوں کو مصطفیٰ کریم ﷺ نے چھوا ہے لہٰذا اب دل نہیں چاہتا کہ ان کو کوئی اور چھوئے۔ حق و باطل کا معرکہ ہو یا بزمِ یاراں اسی طرح گھر کی چار دیواری ہو یا مسجدِ نبوی ﷺ کا صحن ہر جگہ ہر مقام پر نبی کریم ﷺ بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرنے والے تھے۔ ایک صحابی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے نہایت خوبصورت جواب دیا:

((كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ، أَمَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ.))[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ اے اُم المؤمنین ہمیں نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتایے تو ہماری ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے سوال کرنے والے کیا تو نے اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید کو نہیں پڑھا۔ کہ قرآنِ مجید تو ہے ہی میرے مصطفیٰ کریم ﷺ کا اخلاق۔ یعنی قرآنِ مجید تو نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کے مجموعے کا نام ہے۔

یعنی اگر الفاظ پڑھنے ہوں تو قرآن مجید کے صفحات دیکھو اور اگر انھیں عملی صورت میں دیکھنا چاہتے ہو تو پھر ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ لو۔ اور نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور عاداتِ کریمہ اور حُسنِ سلوک کی گواہی تو نبی کریم ﷺ کے گھر سے ہی ملتی ہے۔ کیونکہ عمومی طور پر ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ باہر تو خوش اخلاقی کا مظاہرہ تو کرتے ہیں مگر گھر والوں کے ساتھ نہایت درشتی اور بدکلامی سے پیش آتے ہیں۔ مگر میرے نبی رحمت ﷺ جس طرح باہر کے لوگوں کے ساتھ محبت و شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے ساتھ بھی نہایت لطف و کرم اور حُسنِ اخلاق سے پیش آتے تھے۔ اور نہ صرف حُسنِ اخلاق سے پیش آتے تھے بلکہ آپ ﷺ اپنے دستِ مبارکہ کے ساتھ اپنے گھر والوں کی معاونت و مدد بھی فرماتے تھے۔

---

[1] أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني، **مسند الإمام أحمد بن حنبل**، بيروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱م، ۴۱:۱۴۸، رقم:۲۴۶۰۱.

ābw ʿbd āllh āḥmd bn mḥmd bn ḥnbl bn hlāl bn āsd ālšybāny, *msnd ālāmām āḥmd bn ḥnbl*, byrwt: mwssẗ ālrsālẗ,1421 h/2001m,41 : ‹148rqm: 24401.

"صحیح بخاری" میں ہے:

((كان يعاون أهله في البيت.))

"آپ ﷺ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر والوں کے ساتھ مدد اور معاونت فرمانے والے تھے۔"

آج ہم لوگ اس عمل کو باعث شرم و عار محسوس کرتے ہیں۔ مگر نبی کریم ﷺ نے اس عمل کو سرانجام دے کر اُمت پر واضح فرمادیا کہ یہ باعث شرم و عار نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق میں سے ہے اور باہمی محبت و اُلفت کو فروغ دینے والا ہے۔ ہمارا معاشرہ جو ہمہ قسم کی اخلاقی بُرائیوں اور امراض کا گڑھ بن گیا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ اخلاقِ نبوی ﷺ کو اپنایا جائے۔

نبی کریم ﷺ کا اخلاق غیروں کی نظر میں

نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ کریمہ محض زبانی کلامی نہ تھے بلکہ آپ ﷺ نے اُن اخلاقِ حسنہ پر عمل کرکے دکھایا بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے تو نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کے گرویدہ ہیں ہی اغیار بھی آپ ﷺ کے اخلاق کے مدح خواں نظر آتے ہیں۔ اس کا آغاز مشرکینِ مکہ سے ہی ہو گیا تھا اور آج عصر حاضر تک اس مدح سرائی کا تسلسل موجود ہے۔ ہر زمانے میں آپ ﷺ کے سخت ترین دشمنوں نے آپ ﷺ کے اخلاق و تعلیمات کی مدح سرائی کی ہے۔ اور آپ ﷺ کے اخلاق و اوصاف کو تسلیم کیا ہے۔ ایک عیسائی دانشور نے تو آپ ﷺ کے اخلاق کو بیان کرتے ہوئے نہایت شاندار انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا۔ وہ لکھتا ہے:

"He was the only man in history who was supremely successful on both the religion and secular levels."[1]

مائیکل ہارٹ لکھتا ہے کہ آپ ﷺ انسانی تاریخ کے واحد شخص ہیں جو ہر دو سطح پر کامیاب رہے یعنی مذہبی لحاظ سے بھی اور دنیاوی طور پر بھی آپ کامیاب ہوئے۔ اس لیے اس نے اپنی کتاب "*The Hundred*" میں آپ ﷺ کو پہلے نمبر پر ذکر کیا ہے۔ ایڈورڈ گبن بھی آقا کریم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نرم مزاج کے حامل اور نرم خو تھے نہ کہ سخت دل اور درشت رو۔ اسی طرح بات کرتے ہوئے نہایت توجہ سے سنتے اور بات کرتے ہوئے یا جواب دیتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر جواب دیتے تھے۔ بے شمار مستشرقین اور علمائے کفر نے آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی تعریف و توصیف کی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا برملا اعتراف کیا ہے۔ جو کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ کریمہ کی سچائی و حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

---

[1] Dr. Michael H. Hart, *The hundred* (New York: 1978), 5.

اخلاقی امراض اور معاشرے پر اس کے اثرات

معاشرے میں اخلاقی اقدار کا فروغ معاشرے کو استحکام اور دوام بخشتا ہے۔ معاشرے میں امن و آشتی اور ترقی کا سبب بنتا ہے۔ معاشرے میں اخلاقی اقدار نہ صرف ایک صحت مند معاشرے کی تشکیل میں مدد و معاون ہوتی ہیں بلکہ معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کر کے اُسے اَوجِ ثریا تک پہنچا دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ زمانے کی زمامِ اقتدار اعلیٰ اخلاق کے حامل لوگوں کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی معاشرہ میں اخلاقی اقدار زوال پذیر ہو جائیں تو معاشرہ بگڑ جاتا ہے۔ اور معاشرے کی بقا و استحکام کو بھی خطرات لاحق ہو جاتے ہیں۔ جس طرح جسمانی امراض کسی بھی جسم کو لاحق ہو جائیں تو اس جسم کو کھوکھلا اور لاغر کر دیتی ہیں یہاں تک کہ وہ جسم فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اخلاقی امراض جس معاشرے میں پیدا ہو جائیں وہ اسے اس حد تک لاغر اور کمزور کر دیتے ہیں کہ بالآخر وہ معاشرہ فنا کے گھاٹ اُتر جاتا ہے۔ اخلاقی امراض کسی بھی معاشرے کے لیے ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بدقسمتی سے آج ہمارا معاشرہ بھی ہمہ قسم کے اخلاقی امراض کا شکار ہو چکا ہے جس وجہ سے ہمارا معاشرہ تباہی و بدحالی کے کنارے پر پہنچ چکا ہے۔

تعلیماتِ اسلامیہ کی غلط وضاحت اور تفریق اُمت

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور سیرتِ طیبہ کے بغور مطالعہ سے ہم پر یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمہ قسم کے تعصبات کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے اُمت کو وحدت میں پرونے کا کام کیا۔ مگر آج کیا عوام کیا خواص سبھی کے سبھی اُمت کو مذہبی و لسانی اور قومی تعصبات میں تقسیم کرنے میں مصروفِ کار ہیں۔ جس سے اُمت کی وحدت پارہ پارہ ہو چکی ہے اور اغیار اُمتِ مسلمہ کے خلاف متحد ہو کر برسرِ پیکار ہیں۔ ہر شخص مسلک پرستی میں الجھ کر نبی رحمت ﷺ کی سکھائی ہوئی تعلیمات کو بھلا بیٹھا ہے جس وجہ سے اُمت میں فرقہ پرستی کا رجحان بڑھتا چلا جا رہا ہے اور یہ رجحان نہایت خطرناک ہے۔ اس رجحان کی خطرناکی عصرِ حاضر کے جدید اسلحہ سے بھی زیادہ ہے۔ اس لیے دشمن کی ہر ممکن کوشش ہے کہ معاشرے میں ایسے رویوں کو فروغ دیا جائے جو مسلمانوں میں تفریق اور گروہ بندی کو فروغ دینے والے ہوں۔

دھوکہ و فریب

آج اگر ہم معاشرے پر نظر ڈالیں تو ہر طرف دھوکے اور فراڈ کی ایسی ایسی داستانیں سننے کو ملیں گی کہ انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہر شخص دوسرے کو دھوکہ اور فریب کے ذریعے لوٹنے کے درپے ہے۔ اعتبار اور

دیانت و امانت کا وجود ہمارے معاشرے میں سے عنقا ہو کر رہ گیا ہے۔ ہماری عدالتیں اور فراڈ یا دھوکہ وغیرہ کے خلاف تحقیقات کرنے والے ادارے روزانہ کی بنیاد پر سینکڑوں ایسی وارداتوں کا اندراج کرتے ہیں جس میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کا مال ہتھیار کر کھا جاتا ہے۔ نیچے سے لے کر اوپر تک ہر شخص دھوکہ اور فریب دینے کے چکر میں ہے۔ حالانکہ اس کی سخت ترین ممانعت آئی ہے جیسا کہ حدیثِ نبوی ﷺ میں ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا فَقَالَ: «مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟» قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي»))[1]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ غلہ کے ڈھیر کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے اس غلہ میں ہاتھ داخل کیا تو آپ ﷺ کی انگلیوں نے غلہ میں نمی کو محسوس کیا تو آپ ﷺ نے غلہ کے مالک سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو مالک نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ بارش کی وجہ سے غلہ گیلا ہو گیا تھا جس وجہ سے آپ ﷺ نے اس میں نمی کو محسوس کیا۔ آپ ﷺ کہ پھر تو نے اس کو اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے اور ساتھ میں تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ یاد رکھو جس نے ملاوٹ کی یا نیچے میں دھوکہ دیا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔"

یعنی اس قدر نفرت اور بے زاری کا اظہار فرمایا کہ ایسا شخص جو دوسروں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے اور اشیاء میں ملاوٹ کر کے بیچے ایسا شخص فرمانِ مصطفیٰ ﷺ کے مطابق وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ گویا اس سے نبی کریم ﷺ نے بے زاری کا اظہار فرمایا ہے۔ اس حدیثِ پاک سے ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے حکمرانوں کو یہ ترغیب دی ہے کہ وہ عوام الناس کی بہتری اور فلاح کے لیے وقتاً فوقتاً ایسے اقدامات کرتے رہنا چاہیے جس سے شریر لوگ متنبہ رہیں۔

شرم و حیا کا فقدان

---

1 مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري، **صحيح مسلم**، بيروت:دار إحياء التراث العربي، بدون تاريخ، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: من غشنا فليس منا، ١:٩٩،رقم:١٠٢.

mslm bn ālḥğāğ ābw ālḥsn ālqšyry ālnysābwry, *ṣḥyḥ mslm*, byrwt: dār āḥyāʾ āltrāṯ alʿrby, bdwn tāryẖ, ktāb ālāymān, bāb qwl ālnby ṣly āllh ʿlyh wslm: mn ġšnā flys mnā,1 : ،99rqm: 102.

اُنیسویں صدی کے صنعتی انقلاب نے جہاں لوگوں کو عیش و آرام فراہم کیا اور سہولیات کی بہتات ہوگئی وہیں پر اخلاقی اقدار پر بھی بہت بُرا اثر پڑا ہے۔ ایک طرف لوگ مادہ پرستی کے عادی ہوتے چلے گئے تو دوسری طرف اُن کی زندگیاں روحانیت سے خالی ہوتی چلی گئیں۔ گئے وقتوں میں بڑوں اور بزرگوں کا احترام اور بہن بیٹیوں کے لیے آنکھوں میں شرم و حیا ہوا کرتی تھی۔ مگر آج شرم و حیا کے دامن کو تار تار کرکے معاشرے سے رخصت کر دیا گیا ہے۔ جس وجہ سے ہمارے معاشرے میں حیوانیت ننگا ناچ رہی ہے لیکن دین اسلام میں شرم و حیاء کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ.))[1]

"حیاء تو ایمان کے شعبہ جات میں سے ایک مستقل شعبہ ہے۔"

یعنی نبی کریم ﷺ کے فرمانِ عالی شان کا مطلب یہ ہے کہ حیاء کوئی عام اور غیر اختیاری عمل نہیں ہے بلکہ یہ ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔ اور تکمیلِ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ہر شعبہ پر عمل کیا جائے۔ اسی طرح ایک اور حدیثِ پاک میں نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم تم اپنے رب سے حیاء کیا کرو جیسا کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔ تو اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم اللہ پاک کی توفیق و عطا سے اللہ پاک کا حیاء کرتے ہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ حیا کا وہ مفہوم نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ہی وضاحت فرما دیں۔ تو نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حیاء یہ ہے کہ تم اپنے کان، آنکھ، زبان بشمول دماغ ان سب کی حفاظت کرو یعنی دماغ میں غلط افکار، خیالات کو نہ پنپنے دو۔ اسی طرح اپنے پیٹ بشمول اپنی شرمگاہ کی حفاظت کو یقینی بناؤ۔ یعنی بُرائی کے ارتکاب سے اپنے آپ کو بچاؤ اور اپنے پیٹ کو حرام کے لقمہ سے بچاؤ۔ حیاء کے متعلق نبی رحمت ﷺ کا ایسا ارشادِ گرامی کہ جسے پڑھ کر دل کانپ جائے۔

نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

---

[1] محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، **صحيح البخاري**، كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان، ١:١١، رقم:٩.
mḥmd bn āsmāʿyl ābw ʿbdāllh ālbẖāry ālǧʿfy, *ṣḥyḥ ālbẖāry*, ktāb ālāymān, bāb āmwr ālāyman,1 : ،11rqm: 9.

((إِنَّ الْحَيَاءَ وَالْإِيمَانَ قُرِنَا جَمِيعًا، فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ.))[1]

"نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حیاء اور ایمان کا آپس میں ساتھ ہے یعنی دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم اور ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہیں جب ان میں سے کوئی ایک اُٹھالیا جائے گا تو دوسرا خود بخود ہی ساتھ اُٹھ جائے گا۔"

حیاء چونکہ فطرتِ انسانی میں سے ہے۔ اللہ نے انسان کی تخلیق ہی سے اس کی فطرت میں حیا کو ودیعت فرمایا ہے۔ سو حیا اور شرم کسی بھی معاشرے کی ترقی وخوشحالی اور اسی طرح شرم وحیاء کی کمی کسی بھی معاشرے کے زوال وبدحالی کے بنیادی عوامل میں سے ایک ہیں۔

ادب واحترام کا زوال

ایک بہترین اور صحت مند معاشرے کا وجود ادب ہی کی مرہونِ منت ہے۔ معاشرتی تعامل اور ہماری سماجی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ اور سلوک کا نام ادب ہے۔ ہمارے معاشرے سے ادب واحترام جو کبھی لازم و ملزوم سمجھا جاتا تھا۔ آج اُس سے ہمارے معاشرے کا دامن خالی نظر آتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ وہ ادب واحترام اور آپس میں رواداری اور باہمی محبت واخوت ماضی کے قصے بن کر رہ گئے ہیں۔ حالانکہ ادب ہی کے ذریعہ سے انسان اس کمال کو پہنچ جاتا ہے جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہ کیا ہو۔ علامہ اقبال نے کیا خوب بات کہی ہے:

خموش اے دل!، بھری محفل میں چلّانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبّت کے قرینوں میں[2]

ادب وہ طریق ہے جس پر چلنے والا بالآخر عزت وعظمت کی بلند وبانگ چوٹیوں پر پہنچ جاتا ہے۔ ادب کا معاشرے سے ختم ہو جانا یا کم ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ لوگ محبت الٰہی ومحبت رسول ﷺ سے یکسر غافل ہوتے چلے جارہے ہیں۔ کیونکہ بقول اقبال ادب ہی تو پہلا قرینہ یعنی پہلی سیڑھی ہے پہلا پڑاؤ ہے جو محبت کے راستے میں آتا ہے۔

---

[1] أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي، **شعب الإيمان**، ١٠:١٤٤، رقم: ٧٣٣١.
āḥmd bn ālḥsyn bn ʿly bn mwsy ālẖs̊rwǧrdy ālẖrāsāny, ābw bkr ālbyhqy, *šʿb ālāymān*, 10: 144, rqm: 7331.

[2] محمد اقبال، علامہ، **کلیاتِ اقبال (اُردو)**، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ۱۳۰۔
mḥmd āqbāl, ʿlāmh, klyāt āqbāl (Urdu), lāhwr: āqbāl ākādmy pākistān-130 ،2018 ،

عربی زبان کا ایک مقولہ ہے کہ: "الدين كله ادب." کہ دینا سلام تو ہے ہی سارے کا سارا ادب۔ دینِ اسلام کا ہر حکم اور اُصول و ضابطہ ہے ہی ادب و اخلاق کی مکمل تصویر۔ اور دینِ اسلام ادب کا آئینہ ہے ل اس لیے اس اخلاقی بُرائی نے ہمارے معاشرے کو کھوکھلا اور سماجی استحکام کو خطرات لاحق کر دیے ہیں۔

معاشرے میں حُسنِ اخلاق کے فروغ کی ممکنہ جہات

قبل از اسلام عرب کا معاشرہ جہالت اور ظلم کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اہلِ عرب کی اخلاقی حالت نہایت دگرگوں تھی۔ اچھے اور بُرے کی تمیز کھو چکے تھے۔ دھوکہ، فراڈ، چوری، جھوٹ، بد دیانتی، ظلم، یتیموں کا مال ہڑپ جانا، بچیوں کو زندہ در گور کرنا، شراب وشباب، حقوق کی پامالی و معاشی استحصال نیز کوئی ایسی اخلاقی بُرائی نہ تھی جو اس معاشرے کا حصہ نہ ہو۔ مگر اسلام کی آمد کے چند سالوں بعد وہی عرب کے بدو جنھیں کوئی جانتا نہ تھا وہ ایران وروم کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے۔ ہر قسم کی اخلاقی بُرائیوں کے خو گر وہ لوگ کچھ ہی عرصہ میں حُسن و اخلاق و آداب میں دنیا کے امام بن گئے۔ جنھیں خود شعورِ منزل نہ تھا وہ دوسروں کے رہبر و رہنما بن گئے۔ اُن کے اس کمال کا راز اسلام کی تعلیمات میں پنہاں تھا۔ اسلام نے انھیں اسفل سافلین کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر احسن تقویم کے بلند و بالا مقام تک پہنچا دیا۔ جنھوں نے تاج دارا کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا تو اس کا سبب اسلامی اخلاق و تعلیمات ہی تھیں۔ آج پھر اس ذلت و رسوائی میں ڈوبے ہوئے مسلم معاشرے کو اسلامی تعلیمات کی احیاء و اجراء کی ضرورت ہے کہ جن تعلیمات کی بدولت ان کے آباء نے دنیا پر حکمرانی کی اور ہر طرف اسلام کا پرچم لہرایا تھا آج ضرورت اس امر کی ہے کہ پھر لوٹ کے انھی تعلیمات سے استفادہ کیا جائے تاکہ معاشرے میں قوت و استحکام پیدا ہو۔ اور ہمارا ایک مثالی معاشرہ بن جائے۔ نبی کریم ﷺ کے حُسن و اخلاق کو معاشرے میں فروغ دینے کے حوالے سے چند تجاویز و ممکنہ جہات درج ذیل ہیں:

۱- حُسنِ اخلاق کی اہمیت اور اُس کے صحیح مفہوم کو اُجاگر کیا جائے۔ تاکہ لوگوں میں حُسنِ اخلاق کے متعلق آگہی پیدا ہو۔ سب سے اُصولی اور پہلی بات یہ ہے کہ لوگوں کو حُسنِ اخلاق کی مکمل و جامع حقیقت سے ہی آشنائی نہیں ہے۔

۲- حُسنِ اخلاق کی ترویج و اشاعت کے لیے ضروری ہے کہ انسان سب سے پہلے خود حُسنِ اخلاق کو اپنائے۔ تاکہ اس کی ہوئی بات میں تاثیر پیدا ہو۔

۳- حُسنِ اخلاق کو اپنانے سے پہلے ہمیں اپنے قلب کو ذکر، فکر، محاسبہ اور مجاہدہ کے ذریعے پاک کرنا چاہیے تاکہ اخلاقِ رذیلہ سے ہمارا دل پاک ہو جائے۔ سو حُسنِ اخلاق کو نہایت تیزی سے قبول کرے گا۔

۴- حُسنِ اخلاق کی ترویج کے ساتھ ساتھ اخلاقِ رذیلہ کے نقصانات سے بھی لوگوں کو آگاہ کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کے دلوں میں ممکنہ نقصان کے اندیشے کے سبب اخلاقِ رذیلہ سے بے رغبتی پیدا ہو اور اخلاقِ حسنہ کی طرف متوجہ ہو۔

۵- حُسنِ اخلاق کے حصول کے لیے نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے کیونکہ اس کائنات میں آپ ﷺ سا کوئی اعلیٰ ترین اخلاق کا حامل نہیں۔

۶- اچھے اخلاق کی ترویج و اشاعت کے لیے حکومتی و انفرادی ہر دو سطحوں پر کوششیں ہونی چاہییں۔

خلاصۂ بحث

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس کمال اور عروج کی بنیادی وجہ وہ اخلاقِ حسنہ ہیں جن سے انسان متصف ہے۔ اخلاقِ حسنہ ہی انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز و ممیز کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اخلاقِ حسنہ انسان کی بقا اور اس کی دینی و دنیاوی فلاح کا ذریعہ ہیں۔ دینِ اسلام میں حُسنِ اخلاق پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ کیونکہ حُسنِ اخلاق ہی کے ذریعہ سے مسلمانوں نے دُنیا میں عروج و اقتدار حاصل کیا۔ اور اُخروی زندگی میں بھی کامیابی حاصل کی۔ حُسنِ اخلاق نہ صرف دُنیا میں پنپنے کا ذریعہ ہیں بلکہ آخرت کی زندگی میں بھی کامیابی کی ضمانت ہیں۔ اللہ پاک نے حُسنِ اخلاق کو حصولِ اجر و ثواب کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ یعنی جس طرح دیگر عبادات باعثِ اجر و ثواب ہیں اسی طرح حُسنِ اخلاق بھی باعثِ اجر و ثواب ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حُسنِ اخلاق کا مالک صائم الدھر اور قائم اللیل کے مقام کو حاصل کرلیتا ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ حُسنِ اخلاق پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں اس کی ترویج و اشاعت کی جائے۔ تاکہ اُمتِ مسلمہ پھر سے کھویا ہوا وقار اور عزت حاصل کر سکے۔